موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے دریا پھاڑا گیا تھا یا سمندر؟

قرآنِ مجید کا جواب ہے سمندر

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے متعلق ایک خبر یہ دی ہے

وَإِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ ٱلْبَحْرَ فَأَنجَيْنَٰكُمْ وَأَغْرَقْنَآ ءَالَ فِرْعَوْنَ وَأَنتُمْ تَنظُرُونَ ۝٥٠

''اور (اے بنی اسرائیل یاد کرو) جب تمہاری خاطر سمندر کو بانٹ دیا (پھاڑ، بحوالہ الشعراء۔۶۳)

اور اس طرح تمہیں نجات دلائی اور تمہاری نظروں کے سامنے آلِ فرعون کو ڈبو دیا'' (البقرۃ۔۵۰)

قرآنِ مجید میں دی گئی اس خبر کے ابتدائی جملے کا بعض تفاسیر میں ترجمہ یوں کیا جاتا ہے

وَإِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ ٱلْبَحْرَ

''اور جب ہم نے تمہارے لئے دریا چیر (پھاڑ) دیا'' [مولانا محمد جونا گڑھی۔قرآنِ کریم شاہ فہد پرنٹنگ کمپلیکس۔سعودی عرب]

''اور جب ہم نے تمہارے لئے دریا پھاڑ دیا'' [مولانا احمد رضا خان بریلوی۔ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن]

''اور جب ہم نے تمہارے لئے دریا کو پھاڑ دیا'' [مولانا محمد علی۔ بیان القرآن]

''اور یاد کرو جب کہ ہم نے دریا کو پھاڑ کر تمہیں پار کرایا'' [مولانا امین احسن اصلاحی۔تدبر قرآن]

''اور جب پھاڑ دیا ہم نے تمہاری وجہ سے دریا کو'' [مولانا مفتی محمد شفیع۔معارف القرآن]

''اور جب ہم نے دریا کو پھاڑ کر تمہیں پار کرایا'' [مولانا وحید الدین خان۔تذکیر القرآن]

''اور جب ہم نے تمہارے لئے دریا شگافتہ کیا'' [مولانا سید صفدر حسین نجفی۔تفسیر نمونہ۔مصباح القرآن ٹرسٹ]

At, Tur

الطّور

ٱلْبَحْرَ کا مادہ ''ب ح ر'' ہے اور وسیع پیمانے پر پھاڑنے یا چیرنے کو کہتے ہیں۔چنانچہ دریا اور سمندر کو اس لئے بحر کہتے ہیں کہ زمین میں کھدا ہوا ہوتا ہے۔ فَرَقْنَا کا مادہ ''ف رق'' ہے اور اس کے بنیادی معنی سر کی مانگ ہیں جس سے دونوں طرف کے بال الگ الگ ہو جاتے ہیں اور درمیان میں مانگ نمایاں ہو جاتی ہے۔ ابن فارس نے کہا ہے کہ اس مادے کے بنیادی معنی ایک چیز کو دوسری چیز سے جدا کرنا اور الگ کر دینا ہیں۔

اُس ٱلۡبَحۡـرَ کو فَرَقۡنَـا الگ الگ کیسے کیا گیا تھا؟

وَلَقَدۡ أَوۡحَيۡنَآ إِلَىٰ مُوسَىٰٓ أَنۡ أَسۡرِ بِعِبَادِي

''اورہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کووحی کی کہ میرے بندوں کو (رات کے وقت مصر سے) لے چل'' (حوالہ طٰہٰ۔۷۷)

قوسین میں لکھی بات یہاں سے لی ہے

فَأَسۡرِ بِعِبَادِي لَيۡلًا إِنَّكُم مُّتَّبَعُونَ ﴿٢٣﴾

''ہاں! میرے بندوں کو رات کو لے چل، تمہارا پیچھا کیا جائے گا'' (الدخان۔۲۳)

فَٱضۡرِبۡ لَهُمۡ طَرِيقًا فِي ٱلۡبَحۡرِ يَبَسًا

''اوران کیلئے ٱلۡبَحۡرِ میں خشک راستہ بنا'' (حوالہ طٰہٰ۔۷۷)

''طَرِيقًا راستہ کیسے بنا؟ سورۃ الشعراء کی آیت ۶۳ میں بتایا

فَأَوۡحَيۡنَآ إِلَىٰ مُوسَىٰٓ أَنِ ٱضۡرِب بِّعَصَاكَ ٱلۡبَحۡرَۖ فَٱنفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرۡقٖ كَٱلطَّوۡدِ ٱلۡعَظِيمِ ﴿٦٣﴾

''سوہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کووحی کی کہ اپنی لاٹھی کوسمندر پر ماریں۔ چنانچہ وہ پھٹ گیا اور ہر ٹکڑا بڑے تودے، پہاڑ کی طرح تھا''

فَٱنفَلَقَ کا مادہ 'ف ل ق' ہے اوراس کے معنی کسی چیز کو پھاڑ دینا ہیں۔ ''چنانچہ وہ (ٱلۡبَحۡرِ) پھٹ گیا''۔ اوراس پھٹنے کا نتیجہ بتایا ''ہر ٹکڑا بڑے تودے، پہاڑ کی طرح تھا''۔ درمیان میں طَرِيقًا راستہ اور دونوں طرف پانی کے پہاڑوں کی طرح اوپر اٹھے پانی کے تودے۔ ذہن میں دریا کو لائیں اور خود فیصلہ کریں کہ کسی بھی دریا کو درمیان میں سے آر پار پھاڑ نے سے کیا یہ منظر بن سکتا ہے؟ اگر نہیں تو واضح ہے کہ آیت مبارکہ میں ٱلۡبَحۡـرَ کے معنی دریا نہیں بلکہ سمندر ہیں۔

At, Tur

الطّور

وَإِذۡ فَرَقۡنَا بِكُمُ ٱلۡبَحۡـرَ میں لفظ فَـرَقۡنَـا کے معنی چیرنا، پھاڑنا نہیں بلکہ فَٱنفَلَقَ کے معنی چیرنا، پھاڑنا ہیں۔ دریا بہاؤ، نشیب کی طرف بہتے ہیں۔ اس لئے انہیں ''ف رق''، یعنی سر کی مانگ کی طرح درمیان میں سے اس طرح بانٹا نہیں جا سکتا کہ دو حصے بن کر درمیان میں مانگ (خشک راستے) کو نمایاں کر دیں۔ دریا کو جس مقام پر بھی روکا یا پھاڑا جائے گا تو آگے کا پانی بہہ جائے گا اس لئے لفظ فَرَقۡنَا کا اطلاق دریا پر نہیں ہو سکتا کہ دونوں طرف کا پانی کھڑا ہو اور درمیان میں سر کی مانگ کی طرح راستہ بن جائے

لیکن سمندر ایک مقام پر پانی کا بڑا ذخیرہ ہوتے ہیں اس لئے کسی مقام پر اس کو اس انداز میں پھاڑا جا سکتا ہے جس کا اظہار لفظ فَرَقْنَا سے ہوتا ہے۔ جب سمندر کو درمیان میں سے آر پار پھاڑا جائے تو (سمندر کی چوڑائی میں) دونوں طرف پانی کے عظیم تودے بن جائیں گے اور بیچ میں خشک راستہ اور اس کی مثال بالکل ''فرق''، یعنی سر کی مانگ جیسی ہوگی کہ دونوں طرف بال اور درمیان میں واضح مانگ کی پٹی۔

قرآنِ مجید نے ابتدا ہی میں لفظ فَرَقْنَا کو استعمال کر کے واضح کر دیا ہے کہ بنی اسرائیل کیلئے سمندر کو ''فَرق'' کے انداز میں پھاڑ کر سر کی مانگ کی مانند راستہ بنا کر بچایا گیا تھا اور ان کے سمندر سے پار ہو جانے کے بعد ان کی آنکھوں کے سامنے آلِ فرعون کو ڈبو (غرق کر) دیا گیا تھا۔ قرآنِ مجید لازوال تفسیر حقیقت ہے۔

آلِ فرعون سے انہیں نجات مل گئی تھی۔ وہ کہاں گئے تھے؟ قرآنِ مجید نے سورۃ طٰہٰ کی آیت ۸۰ میں بتایا:

يَٰبَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ قَدۡ أَنجَيۡنَٰكُم مِّنۡ عَدُوِّكُمۡ وَوَٰعَدۡنَٰكُمۡ جَانِبَ ٱلطُّورِ ٱلۡأَيۡمَنَ وَنَزَّلۡنَا عَلَيۡكُمُ ٱلۡمَنَّ وَٱلسَّلۡوَىٰ ٨٠

''اے بنی اسرائیل! ہم نے تمہیں تمہارے دشمن سے بچالیا ہے، اور تم سے طور کی داہنی جانب کا وعدہ کیا ہے،
اور تمہیں من وسلویٰ عنایت کیا ہے''

اور طور دریائے نیل کے ساتھ نہیں بلکہ سمندر کے کنارے پر آج بھی موجود ہے اس لئے فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ کے معنی دریا کو پھاڑنا نہیں بلکہ سمندر کو بانٹنا ہیں۔